

باب ۱۲

مکی دور کے آخری تین سال

اس سے پہلے ہم حضور کے سفر طائف کا ذکر کر چکے ہیں جو سلمہ بعد بعثت کے آخر میں پیش آیا تھا۔ اُس تجربے نے آپ کو یہ بتا دیا کہ جس طرح قریش سے اب کسی بھلائی کی توقع نہیں ہے، اسی طرح بنی ثقیف سے بھی یہ اُمید نہیں کی جاسکتی کہ وہ آپ کی دعوت کو قبول کرنا تو درکنار، اُسے برداشت ہی کرنے کے لیے تیار ہو جائیں گے۔ بلکہ طائف میں جو ظلم آپ پر ہوا، وہ دس سال کے طویل دور کش میں کبھی ایک دن بھی کتے میں نہ ہوا تھا۔ اس طرح کتے اور طائف کے لوگوں سے مایوس ہو کر آپ نے عرب کے دوسرے قبائل کی طرف توجہ فرمائی جو عکاظ، یمنہ اور ذوالمجاز کے قبیلوں میں، اور حج کے موقع پر منیٰ میں جمع ہوتے تھے۔ اگرچہ پہلے بھی دعوتِ عام کے لیے آپ ان اجتماعات میں ہر قبیلے کے پڑاؤ پر تشریف لے جاتے رہے تھے۔ لیکن اُس وقت آپ کا مقصد صرف دعوتِ الٰہی پیش کرنا تھا۔ لیکن اب آپ نے اللہ کی طرف دعوت دینے کے ساتھ ساتھ قبائل کے اشراف اور سرداروں سے مل کر یہ بھی کہنا شروع کیا کہ تم مجھے اپنی حمایت میں لے لو اور اس دعوت کے کام میں میری مدد کرو، کیونکہ قریش نے مجھے اللہ کے پیامات پہنچانے سے روک دیا ہے۔ موسیٰ بن عقبہ نے امام زہری کے حوالہ سے لکھا ہے کہ مدینے کی طرف ہجرت کرنے سے پہلے حضور جس قبیلے سے بھی ملتے اس سے یہ فرماتے کہ ”مجھے اپنے ہاں پناہ دو اور میری حمایت کرو تاکہ میں اپنے رب کا کلام پہنچاؤں“۔ ان دوروں میں ابو جہل اور ابولہب اور قریش کے دوسرے شیاہین برابر حضور کے پیچھے لگے رہتے اور قبائل کو خبردار کرنے رہتے کہ وہ آپ کی بات نہ سنیں، ورنہ گمراہ ہو جائیں گے۔ بسا اوقات یہ اشرار آپ کو پتھر بھی مارتے اور آپ پر خاک بھی پھینکتے تھے۔ مگر آپ کا کام جاری رہا۔ اس کے علاوہ کتے میں باہر کے کسی علاقے سے جو بااثر لوگ عمرہ و زیارت، یا کاروبار کے سلسلے میں آتے، ان سے بھی آپ ملاقات فرماتے اور ان کے سامنے

دین کی دعوت پیش کرنے کے ساتھ یہ بھی کہتے کہ تم اس تبلیغِ حق کے کام میں میری مدد کرو اور اپنے علاقے میں مجھے لے چلو۔

وہ قبائل جن سے آپ نے ان دوروں کے سلسلے میں حضور اکرم و بیشتر قبیلوں کے پاس گئے جن کی فہرست دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب کے مشرقی ساحل سے لے کر مغربی ساحل تک اور جنوب سے لے کر شمال تک، کوئی طاقتور اور بااثر قبیلہ ایسا نہ تھا جس سے آپ نے رابطہ قائم نہ کیا ہو۔ ان میں خاص طور پر قابل ذکر قبائل یہ ہیں۔

۱۔ کندہ۔ جنوبی عرب کا ایک بڑا قبیلہ، حضور موت سے مین تک اس کا علاقہ پھیلنا ہوا تھا۔
 ۲۔ کلب۔ قضاعہ کی ایک شاخ، جس کا علاقہ شمالی عرب میں دومتہ الجندل سے تبوک تک وسیع تھا۔
 ۳۔ بنی بکر بن وائل۔ یہ عرب کے بڑے لڑاکا قبیلوں میں شمار ہوتا تھا اور وسط عرب سے مشرقی ساحل تک اس کی شاخیں پھیلی ہوئی تھیں۔ ۳۳ء میں اس نے پہلی مرتبہ ایران کی حکومت سے ٹکرائی تھی، اور عہد رسالت میں اس کی پھر ایران سے لڑائی ہوئی جس میں ایرانی شکست کھا گئے۔ تاریخ میں یہ جنگ ذی قار کے نام سے مشہور ہے۔

۴۔ بنی البکاء۔ بنی عامر بن صعصعہ کی ایک شاخ، جو مکہ اور سرحد عراق کے راستے پر آباد تھی۔

۵۔ ثعلبہ بن عکابہ۔ بنی بکر بن وائل کی ایک شاخ۔

۶۔ بنی شیبان بن ثعلبہ۔ بنی ثعلبہ بن عکابہ کی ایک شاخ۔

۷۔ بنی الحارث بن کعب۔ بنی تمیم کی ایک شاخ۔

۸۔ بنی صیفہ۔ بنی بکر بن وائل کی ایک شاخ جو یامامہ میں رہتی تھی۔ مسیلہ کذاب اسی قبیلے سے

نعلق رکھتا تھا۔ حضرت ابو بکر کے زمانے میں جو فتنہ ارتداد اٹھا تھا اس میں مسلمانوں کو سب سے زیادہ

سنت مقابلہ اسی قبیلے سے پیش آیا تھا۔ اس کا شمار عرب کے بڑے لڑاکا قبائل میں ہوتا تھا۔

۹۔ بنو سہیم۔ یہ قبائل قیس عیلان میں ایک بڑا قبیلہ تھا۔ اس کا مسکن خیبر کے قریب نجد کا بالائی علاقہ

تھا، اور وادی القرئی اور تیما تک یہ لوگ پھیلے ہوئے تھے۔

۱۰۔ بنی عامر بن صعصعہ۔ یہ ہوازن کی ایک شاخ تھی، اور ہوازن قیس عیلان میں تھے۔ یہ لوگ

نجد میں رہتے تھے، پھر طائف کے ایک حصہ تک بھی پہنچ گئے۔ گرمیاں طائف میں اور سردیاں نجد

میں گزارنے تھے۔

۱۱۔ بنی عبس۔ یہ قیس عیلان کی ایک شاخ بنی غطفان کا ایک بڑا ذیلی قبیلہ تھا۔ نجد میں رہتا تھا اور بڑے لڑاکا قبائل میں شمار ہوتا تھا۔ زمانہ جاہلیت میں دوسرے قبیلوں سے ان کی لڑائیاں مدتوں چلتی رہیں جن میں سے داحس اور عجماء کے معرکے تاریخ میں مشہور ہیں۔

۱۲۔ بنی عذرہ۔ یہ بنی عبد اللہ بن غطفان کی ایک شاخ تھی۔

۱۳۔ عسّان۔ یہ جنوبی عرب کی ایک بڑی قوم تھی جو شمالی عرب میں جا کر بس گئی تھی۔ اس میں بہت سے

قبائل تھے جن میں سے کچھ عیسائی ہو گئے تھے اور کچھ مشرک تھے۔ عسّانیوں کی ایک ریاست بھی رومی سلطنت کی تابع تھی۔

۱۴۔ فرارہ۔ یہ غطفان کے ذیلی قبائل میں سے ایک بڑا قبیلہ تھا۔ نجد اور وادی القریٰ میں آباد تھا۔

۱۵۔ بنی عبد اللہ۔ یہ کلب کے ذیلی قبائل میں سے ایک قبیلہ تھا۔

۱۶۔ بنی محارب بن خصفہ۔ یہ عسّانی قبائل میں سے ایک قبیلہ تھا۔

یہ ان بہت سے قبائل میں سے چند ہیں جن سے حضور اپنے ان دوروں میں ملے۔ یہ مختصر فہرست صرف یہ بتانے کے لیے درج کی گئی ہے کہ اپنی دعوت کے اس مرحلے میں حضور چھانٹ چھانٹ کر ایسے قبائل کے پاس تشریف لے گئے تھے جو اپنی تعداد، اپنے مقام، اپنی جنگی قوت، اور دوسرے قبائل سے اپنے تعلق کی بنا پر ایسی حیثیت رکھتے تھے کہ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی آپ کی بات مان لیتا اور دعوتِ اسلام کی حمایت پر کمر بستہ ہو جاتا تو اُمید کی جاسکتی تھی کہ اس سے دین کو بڑی تقویت ملتی۔

قبائل کے دوروں کی روداد | قبائل عرب سے ان ملاقاتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو طرح طرح کے لوگوں سے سابقہ پیش آیا۔ موسیٰ بن عقبہ نے منازمی میں لکھا ہے کہ اکثر قبائل کا جواب یہ تھا کہ ”آدمی کی قوم اُس کو زیادہ بہتر جانتی ہے، کیا ایک ایسا شخص ہمارے لیے مفید ہو سکتا ہے جس نے خود اپنی قوم میں فساد ڈال دیا ہو اور اس کی قوم نے اُسے رد کر دیا ہو؟“ مگر بعض قبائل نے صرف انکار پر اکتفا نہ کیا، بلکہ آپ سے بُری طرح پیش آئے۔ ابن اسحاق کے حوالہ سے ابن جریر، ابن ہشام اور حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ حضور کریندہ کے پڑاؤ پر گئے اور ان سے حمایت طلب کی، مگر انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ بنی عبد اللہ (یکے از قبائل کلب) سے ملے اور ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ

کو بہت اچھا نام دیا ہے، تم میرا ساخندو، مگر انہوں نے بھی انکار کیا۔ بنی حنیفہ کے پاس تشریف لے گئے تو ان کا جواب دوسرے سب قبائل سے زیادہ بدتر تھا۔

اس عام برتاؤ کے علاوہ کچھ قبائل ایسے بھی تھے جن سے حضور کی ملاقات کا بڑا دلچسپ حال محدثین اور مؤرخین نے نقل کیا ہے۔

بنی ہمدان کے ایک شخص کا ترؤد | امام احمد، حاکم اور دوسرے متقدم محدثین نے حضرت جابر بن عبد اللہ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ حضور یہ فرماتے ہوئے جا رہے تھے کہ "کیا کوئی ہے جو مجھے اپنے ساتھ اپنی قوم میں لے جائے؟" راستے میں قبیلہ ہمدان کا ایک شخص آپ کے پاس آیا اور آپ کی بات قبول کر لی۔ پھر اسے اندیشہ ہوا کہ شاید میری قوم میرا ساخندے۔ اس لیے وہ دوبارہ پلٹ کر آیا اور بولا کہ پہلے میں جا کر اپنی قوم سے بات کروں گا، اس کے بعد آئندہ سال زمانہ حج میں آپ سے ملوں گا۔

بنی بکر بن وائل سے ملاقات | حافظ ابو نعیم اور یحییٰ بن سعید الاموی نے کھلی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضور بنی بکر بن وائل کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے باتیں کرتے ہوئے دریافت فرمایا کہ تمہاری جنگی طاقت کا کیا حال ہے؟ انہوں نے کہا ہم ایران کے مقابلے کی طاقت نہیں رکھتے اور نہ اس کے مقابلے میں کسی کی حفاظت کر سکتے ہیں۔ حضور نے فرمایا "ایک وقت آئے گا جب تم ان کی منزلوں میں اترو گے، ان کی عورتوں سے نکاح کرو گے، ان کے بچوں کو غلام بناؤ گے۔" اس گفتگو کے بعد آپ واپس تشریف لے گئے اور ابو لہب و ملہ پہنچ گیا۔ اس نے ان لوگوں سے کہا "یہ شخص ہمارے ملہ بڑی شان رکھتا تھا، مگر اب اس کا دماغ چل گیا ہے۔" انہوں نے جواب دیا "جب اس نے ایرانوں کا ذکر کیا تو ہم نے بھی یہی سمجھا تھا۔" اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس وقت کوئی عرب یہ تصور تک نہ کر سکتا تھا کہ کبھی ایران جیسی عظیم سلطنت پر عربوں کو ایسی فتح نصیب ہو سکتی ہے۔ ان لوگوں کے نزدیک ایسی بات صرف ایک دیوانہ ہی کر سکتا تھا۔ لیکن اس گفتگو پر ۱۵-۱۶ برس ہی گزرے تھے کہ انہی لوگوں نے اپنی آنکھوں سے وہی چیز دیکھی جس کے ذکر کو وہ دیوانگی سمجھتے تھے۔

بنی عامر بن صعصعہ سے ملاقات | ابن اسحاق امام زہری کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضور بنی عامر بن صعصعہ کے پڑاؤ پر تشریف لے گئے اور ان کے سامنے اپنی بات پیش کی۔ ان میں سے ایک شخص بنیخربہ بن فراس نے کہا "خدا کی قسم، اگر قریش کے اس جوان کو میں اپنے ساتھ لے لوں تو اس کے ذریعہ سے تمام عرب کو

کھسا جاؤں گا۔ پھر اُس نے حضور سے کہا ”اگر ہم آپ کے کام میں آپ کا سا بخندہ دین اور اللہ آپ کو مخالفین پر غالب کر دے تو کیا آپ کے بعد حکومت ہماری ہوگی؟“ حضور نے فرمایا ”یہ معاملہ تو اللہ کے ہاتھ میں ہے اور وہ جسے چاہے گا حکومت عطا کر دے گا۔“ اس پر وہ بولا ”تو کیا ہم آپ کی خاطر اپنے صلیبیوں کا نشانہ بننے کے لیے پیش کر دیں اور جب اللہ آپ کو غالب کر دے تو اقتدار ہماری جگہ دوسروں کو ملے؟“ جانیئے، ہمیں آپ کی کوئی ضرورت نہیں۔“ حج سے فارغ ہو کر جب یہ لوگ اپنے وطن واپس گئے تو انہوں نے اپنے ایک شیخ کو، جو بڑھاپے کی وجہ سے حج اور دوسرے میلوں میں نہ جاسکتا تھا، سفر کے حالات سناتے ہوئے یہ بھی بتایا کہ ہمارے پاس قریش میں سے بنی عبدالمطلب کا ایک نوجوان آیا تھا جو دعویٰ کرتا تھا کہ وہ نبی ہے، اور ہم سے کہہ رہا تھا کہ تم میری حمایت کرو اور مجھے اپنے علاقے میں لے چلو، مگر ہماری اُس سے یہ بات ہوئی اور ہم نے آخر کار اُسے یہ جواب دے کر واپس کر دیا۔ یہ سن کر اُس بوڑھے نے اپنا سر پکڑ لیا اور کہنے لگا ”اے بنی عامر، کیا اس کی کوئی تلافی ہو سکتی ہے؟ کیا یہ گیا ہوا موقع پھر ملتا آسکتا ہے؟ اُس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، کسی اسماعیلی نے ایسی بات جھوٹ گھڑ کر کبھی نہیں کہی ہے۔ یہ ضرور حق ہے۔ تمہاری عقل اُس وقت کہاں چلی گئی تھی؟“

بنی شیبان بن ثعلبہ سے ملاقات | ابو نعیم، حاکم اور بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عباس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ کے ساتھ منیٰ میں قبائل کے دورے پر تھا۔ پھرتے پھرتے ہم ایک بڑی باوقار مجلس میں پہنچے جس کے مشائخ سب کے سب شاندار شخصیتوں کے مالک تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے پوچھا ”آپ کون لوگ ہیں؟“ انہوں نے کہا ”بنی شیبان بن ثعلبہ میں سے ہیں۔“ حضرت ابو بکرؓ نے حضور سے عرض کیا ”میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوئے، ان سے زیادہ معزز لوگ اور کہیں نہ ملیں گے۔“ اُس مجلس میں مرفوق بن عمرو، ثانی بن قیس، مثنیٰ بن حارثہ اور ثمان بن شریک موجود تھے۔ ان میں سے مرفوق حضرت ابو بکرؓ کے قریب بیٹھا تھا۔ اُس نے کہا ”شاید آپ لوگ قریش میں سے ہیں۔“ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا ”غالباً آپ لوگ سُن چکے ہوں گے کہ یہاں اللہ کے رسول مبعوث ہوئے ہیں۔ وہ یہی ہیں۔“ مرفوق نے کہا ”اے ماں، ہم تک یہ بات پہنچ چکی ہے۔“ پھر وہ حضور کی طرف متوجہ ہوا۔ آپ نے فرمایا: ”میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ تم یہ شہادت دو کہ اللہ وحدہ لا شریک کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں، اور یہ کہ تم مجھے

اپنے دل پناہ دو اور میری مدد کرو، تاکہ میں وہ فریضہ انجام دوں جو اللہ نے میرے سپرد کیا ہے، کیونکہ قریش نے اللہ کے کام کو روکنے کے لیے ایسا کر لیا ہے، اللہ کے رسول کو جھٹلایا ہے اور حق کے بجائے باطل پر لگن ہو گئے ہیں، حالانکہ اللہ لوگوں سے بے نیاز اور اپنی ذات میں آپ محمود ہے۔“

مفروق نے عرض کیا ”اے قریشی بھائی، آپ اور کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟ حضور نے آیت **قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبِّيَ عَلَيْكُمْ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَالرَّسُولُ لَكُمْ وَتَحْتِكُمْ بِهِ أَعْيُنكُمْ أَنْتُمْ مَوَدَّوْنَ** (الأنعام ۱۵۱ تا ۱۵۳) تلاوت فرمائی۔ مفروق نے کہا ”اے قریشی بھائی، آپ اور کس بات کی دعوت دیتے ہیں؟ خدا کی قسم یہ اہل زمین کا کلام نہیں ہے۔ اگر ان کے کلام میں سے ہوتا تو ہم اسے پہچان لیتے۔“ حضور نے آیت **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ عَسَىٰ تَتَّقُونَ** (المائدہ ۱) تلاوت فرمائی۔ مفروق نے عرض کیا ”اللہ اے قریشی بھائی، آپ نے بہترین اخلاقی خوبیوں اور اعمال کی بھلائیوں کی طرف دعوت دی ہے۔ بڑی ہی بے عقل ہے وہ قوم جنہ نے آپ کو جھٹلایا اور آپ کے خلاف ایسا کیا۔“ اس کے بعد مفروق نے ہانی بن فیصد کی طرف اشارہ کیا کہ یہ ہمارے شیخ اور مذہبی رہنما ہیں۔ ہانی نے کہا ”اے قریشی بھائی، آپ کی بات میں نے سنی اور اس کی تصدیق کی۔ لیکن ہمارا ایک ہی مجلس میں اپنا دین چھوڑ کر آپ کی پیروی اختیار کر لینا جلد بازی ہوگا۔ پیچھے ہماری قوم ہے جس کے مشورے اور رائے کے بغیر ہمارا کوئی بات طے کر کے اس پر مسلط کر دینا درست نہ ہوگا۔ ہم واپس جاتے ہیں اور آپ بھی واپس جائیں، ہم بھی نتائج پر غور کریں گے اور آپ بھی دیکھیں کہ بات کہاں جا کر ٹھہرتی ہے۔“ یہ کہہ کر ہانی نے ثنی بن حارثہ کا حضور سے تعارف کرایا اور کہا ”یہ ہمارے شیخ اور جنگی سردار ہیں۔ ثنی نے عرض کیا ”اے قریشی بھائی، میں نے آپ کی بات سنی اور اسے پسند کیا۔ مگر میرا جواب بھی وہی ہے جو ہانی نے دیا ہے۔ ایک ہی مجلس میں ہمارا اپنے دین کو چھوڑ کر آپ کی پیروی اختیار کرنا مناسب نہیں ہے۔ ہم ایسی جگہ رہتے ہیں جہاں ہمیں دو رکعتوں سے سابقہ درپیش ہے، ایک نماز ہے اور دوسری سواہ۔“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”یہ دونوں رکعتیں کیسی ہیں۔“ ثنی نے کہا ”ایک تو پہاڑ اور زمین عرب ہے۔ اور دوسرا ایران کا علاقہ

لہ عراق کا وہ حصہ جو جزیرۃ العرب سے متصل ہے۔

اور کسریٰ کی نہریں۔ کسریٰ نے ہم سے عہد لیا ہے کہ نہ ہم خود معمول کے خلاف کوئی نیا کام کریں گے اور نہ کسی ایسے کام کرنے والے کو اپنے ہاں جگہ دیں گے۔ آپ جس چیز کی طرف ہمیں بلا رہے ہیں، شاید وہ بادشاہوں کو گوارا نہ ہو۔ جہاں تک بلادِ عرب کا تعلق ہے، اس میں تو ہمارا قصور مغفورا اور عذرہ مقبول ہے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ عرب کے مقابلے میں ہم آپ کی حمایت کریں تو یہ ہم کر سکتے ہیں (مگر فارس کے مقابلے میں یہ ہمارے بس کی بات نہیں)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم نے بُرا نہیں کیا اگر سچی بات کہہ دی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے دین کو لے کر جو شخص اٹھتا ہے وہ کوئی استثنا نہیں کرتا بلکہ ہر جہت سے اُس کی حمایت کرتا ہے۔" پھر ارشاد ہوا "تم لوگ ذرا صبر کرو تو اللہ فارس والوں کا ملک و مال تمہیں عطا کر دے گا اور ان کی بیٹیوں کو تمہارے نصیب میں دے دے گا۔ کیا تم اللہ کی تسبیح و تقدیس کرو گے؟"۔ نعمان بن شریک نے کہا "اے قریشی بھائی، یہ بات آپ کی ہم نے مانی۔" اس کے بعد حضور اِنَّا اَسْأَلُكَ شَاهِدًا اَوْ مُبَشِّرًا اَوْ نَذِيرًا پڑھتے ہوئے اُٹھے اور حضرت ابو بکرؓ کا ہاتھ پکڑ کر روانہ ہو گئے۔

بنی عبس سے ملاقات | واقفی نے عبد اللہ بن وابصۃ العبسی سے اُن کے دادا کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ ہمارا قبیلہ بنی عبس مسجدِ خیف کے پاس جَمْرَةُ الْأُولَى کے قریب ٹھہرا ہوا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری قیام گاہوں کی طرف تشریف لائے۔ زید بن حارثہ آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے ہمیں اپنی بات کی طرف دعوت دی اور ہم نے اسے قبول نہ کیا۔ اس سے پہلے بھی ہرج کے زمانے میں آپ ہماری قیام گاہوں پر آتے رہے تھے اور ہم نے کبھی آپ کی دعوت کو قبول نہ کیا تھا۔ اس مرتبہ جب آپ تشریف لائے تو میسرہ بن مسروق العبسی ہمارے ساتھ تھا۔ اس نے کہا "میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر ہم ان کی تصدیق کریں اور انہیں اپنے ساتھ لے جا کر اپنے علاقے کی مرکزی جگہ میں رکھیں تو یہ مناسب رائے ہوگی، کیونکہ قسم بخدا ان کا کام غالب ہو کر رہے گا اور پوری طرح کامیاب ہوگا۔" مگر قوم کے لوگوں نے کہا "چھوڑو بھی، ہمیں اُس کام میں نہ ٹالو جس کا بوجھ سہارنا ہمارے بس میں نہیں ہے۔" حضور کو میسرہ کے بارے میں کچھ امید ہوئی اور آپ نے اس سے بات کی۔ اس نے کہا "آپ کا کلام کتنا اچھا اور روشن ہے، مگر میری قوم میری مخالفت کر رہی ہے۔ اگر وہی ساتھ نہ دے تو دوسرے لوگ تو پھر بھی بعید تر ہوں گے۔" ایک مدت دراز کے بعد حجۃ الوداع کے موقع پر میسرہ آپ

سے ملے تو آپ نے انہیں پہچان لیا۔ انہوں نے عرض کیا، ”یا رسول اللہ، جب پہلی مرتبہ آپ ہمارے پڑاؤ پر آئے تھے اس وقت سے میں برابر آپ کی پیروی کا حریص رہا ہوں۔ مگر جو کچھ ہونا تھا سو ہو گیا۔ اب میں اتنی تاخیر کے بعد مسلمان ہو رہا ہوں۔“

اس طرح تمام قبائل عرب اس نعمت سے محروم رہ گئے جو اپنے پاؤں چل کر ان کے پاس آئی تھی، اور اہل مدینہ و خویش نصیب لوگ تھے جو خود اپنے پاؤں چل کر اس کے پاس گئے اور اسے پالیا۔ ہم ذرا پیچھے پیٹ کر یہ بتائیں گے کہ اس مبارک بستی کے لوگ کن وجوہ سے پہلے ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو قبول کرنے کے لیے ذہنی طور پر تیار تھے۔

اوس و خزرج کی ابتدائی تاریخ | ۳۵ھ یا ۳۶ھ عیسوی میں سؤ مارب کے بچھٹنے سے جو سیلاب عظیم میں میں برپا ہوا تھا اس کی وجہ سے قوم سبا کا ایک شخص عمرو بن عامر اپنے بال بچوں کو لے کر شمال کی طرف منتقل ہو گیا تھا۔ اس کے ایک بیٹے جفثہ کی اولاد شام کے علاقے جن آباد ہوئی اور غسان کے نام سے اس نے شہرت پائی۔ دوسرے بیٹے حارثہ نے حجاز کے پہاڑوں اور بحر احمر کے ساحل کے درمیان اس طویل میدانی علاقے میں سکونت اختیار کی جو نہا تمہ کہلاتا ہے۔ اس کی اولاد خزاعہ کے نام سے مشہور ہے۔ تیسرے بیٹے ثعلبہ کی اولاد میں ایک شخص حارثہ تھا جس کے دو بیٹے ایک ہی بیوی قبیلہ کے بطن سے تھے، ایک کا نام اوس تھا اور دوسرے کا خزرج۔ ان کی اولاد یثرب (مدینہ) میں جا کر آباد ہوئی جہاں پہلے سے یہودی قبضہ جمائے ہوئے تھے۔ ایک مدت تک یہودیوں نے اوس اور خزرج کی اولاد کو اصل شہر اور اس کی سرسبز و شاداب زمینوں میں نہ گھسنے دیا اور یہ لوگ اطراف کی خنجر زمینوں میں تنگی ترشی کے ساتھ زندگی بسر کرتے رہے۔ آخر کار انہوں نے اپنے ہم نسب غسانیوں سے مدد مانگی۔ وہ فوج لے کر آئے اور یہودیوں کو نہر دستی شہر سے نکال کر اوس و خزرج کو اوس پر قبضہ دلوا دیا۔ یہودیوں کے دو قبیلے، بنی قریظہ اور بنی نضیر، اطراف شہر میں بسنے پر مجبور ہوئے، اور ایک قبیلے بنی قینقاع نے قبیلہ خزرج کی پناہ لے کر شہر کے ایک محلے میں سکونت اختیار کی۔ بنی قریظہ اور بنی نضیر نے جب دیکھا کہ ان کا حریف قبیلہ بنی قینقاع، خزرج کا خلیف بن گیا ہے، تو انہوں نے قبیلہ اوس سے معاہدہ کر کے اس کو اپنا حلیف بنا لیا۔ اس کے بعد اوس و خزرج پورے دو سو برس تک یہودیوں کے ساتھ ایک ہی شہر اور اس کے نواح میں آباد رہے۔ اس دوران میں یہ دونوں عرب قبیلے، ہم نسب ہونے

کے باوجود، اور آپس میں شادی بیاہ کے رشتے ہونے کے باوجود، جاہلیت کی بنا پر خود بھی باہم لڑتے رہے اور یہودی قبیلے اپنے اپنے حلیف قبیلوں کو ایک دوسرے سے لڑاتے بھی رہے، کیونکہ ان کی آپس کی جنگ ہی میں وہ اپنی خیر دیکھتے تھے، اور ان کے اتحاد کو اپنے لیے موت کا پیغام سمجھتے تھے۔ اس طرح پونے دو صدیوں میں ان کے درمیان چھوٹی موٹی لڑائیوں کے علاوہ گیارہ خونریز معرکے برپا ہوئے جن میں آخری معرکہ یوم بُعاث ہجرت سے صرف پانچ سال پہلے (۸ بعدِ ہجرت مطابق ۶۲۷ء) میں پیش آیا تھا اور دونوں قبیلوں کے بڑے بڑے سردار اس میں مارے گئے تھے۔ لیکن ان لڑائیوں بھڑائیوں کے باوجود اہل مدینہ پر یہودیوں کا مذہبی اثر اتنا زیادہ تھا کہ جس عورت کے بچے پیدا ہو کر مر جاتے وہ منّت مانتی تھی کہ اب جو بچہ پیدا ہوگا اُسے یہودی بناؤں گی۔ اس صورتِ حال کا ذکر ابن جریر نے اپنی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس کے حوالہ سے کیا ہے۔ ابو داؤد، نسائی، ابن ابی حاتم، اور ابن جبران نے بھی اس کے متعلق متعدد روایات نقل کی ہیں جو ابن عباس، مجاہد، سعید بن جبیر، شعبی اور حسن بصری وغیرہم سے مروی ہیں۔

اس تاریخی پس منظر کے اثرات | یہ مختصر تاریخی حالات جہاں کیے گئے ہیں، اُن کی وجہ سے اوس و خزرج پر تین اہم اثرات مترتب ہوئے تھے جنہوں نے دوسرے تمام عرب قبائل کے برعکس اُن کو قبولِ اسلام کے لیے ذہنی طور پر پہلے ہی مستعد کر رکھا تھا، اور اس کا موقع سامنے آتے ہی انہی اسباب کی وجہ سے یہ لوگ اِس دین اور اس کے داعی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اِس طرح پکے جیسے پیاسا پانی کی طرف لپکتا ہے۔

۱۰ ابن سعد کے بیان کے مطابق جنگ بُعاث ہجرت سے ۶ سال پہلے ہوئی تھی۔ بُعاث ایک مقام، یا گڑھی یا مڑیے کا نام تھا جو بنی قریظہ کے قریب مدینے سے دو میل پر واقع تھا۔ جنگ میں ایک طرف قبیلہ اوس تھا جس کا سردار حضرت انس بن حنفیر کا باپ حنفیر تھا، اور بنی قریظہ و بنی نضیر اس کے ساتھ شریک جنگ تھے۔ دوسری طرف قبیلہ خزرج تھا جس کا رئیس عمرو بن نعمان بنیاض تھا اور یہودی بنی قینقاع اس کے ساتھ تھے۔ اوس کو لڑائی میں فتح حاصل ہوئی، مگر دونوں فریقوں کو اتنا نقصان پہنچا کہ ان کے سوچنے سمجھنے والے لوگ یہ محسوس کرنے لگے کہ اگر ہم اسی طرح ایک دوسرے کے دشمن رہے تو لڑتے لڑتے ختم ہو جائیں گے۔

ان میں سے پہلا اثر یہ تھا کہ ایک مدت دراز سے یہودیوں کے ساتھ میل جول اور ربط و ضبط رکھنے کے باعث اُن کے کانِ نبوت، وحی، کتاب، شریعت وغیرہ الفاظ اور ان کے معانی سے آشنا ہو چکے تھے، اس وجہ سے اُن کے لیے یہ چیزیں اتنی غیر مانوس نہ تھیں جتنی دوسرے اہل عرب کے لیے تھیں۔

دوسرا اثر یہ تھا جیسا کہ ابن ہشام اور طبری نے ابن اسحاق کے حوالے سے لکھا ہے کہ اپنے ہمسایہ یہودیوں کی باتوں سے اُن کو اکثر یہ معلوم ہوتا رہتا تھا کہ یہ لوگ بڑی بے چینی کے ساتھ ایک نبی کی آمد کے منتظر ہیں جس کے آنے کی پیشین گوئیاں ان کی کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں۔ وہ دعائیں مانگا کرتے تھے کہ جلدی سے وہ آئے تو غیر یہودی قوموں کا غلبہ مٹے اور ہمارے عروج کا دور شروع ہو۔ خصوصیت کے ساتھ جب کبھی اوس و خزرج کے ساتھ ان کی خصومت ہوتی تو وہ کہتے تھے کہ عنقریب ایک نبی آنے والا ہے، وہ جب آئے گا تو ہم اس کی پیروی کریں گے اور اس کے ساتھ ہو کر تم کو ایسا ماریں گے جیسے عاد و ارم مارے گئے تھے۔ قرآن مجید میں بھی اُن کی ان باتوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ

اور اس سے پہلے وہ خود کافروں کے مقابلے

عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا - (البقرہ - ۸۹) میں فتح و نصرت کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔

یہودیوں کی ان باتوں سے اوس و خزرج کے لوگوں میں یہ جذبہ پیدا ہو گیا تھا کہ اگر وہ نبی آئے تو سب سے پہلے آگے بڑھ کر وہی اس کی پیروی اختیار کر لیں تاکہ یہودی ان پر سبقت نہ لے جانے پائیں۔

تیسرا اثر یہ تھا کہ اپنی تباہ کن خانہ جنگی سے وہ بہت تنگ آئے ہوئے تھے اور کسی ایسی قیادت کے طلب گار تھے جو ان میں وحدت و اخوت پیدا کر دے۔ قرآن مجید میں اُن کی اس حالت کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے،

وَ كُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ

اور تم آگ سے مجھے ہوئے ایک گڑھے کے

النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا -

سنا رہے پر تھے، اٹھانے اس سے تمہیں بچا یا۔

(آل عمران - ۱۰۳)

اپنی اسی مصیبت کا علاج کرنے کے لیے اہل مدینہ یہاں تک تیار ہو گئے تھے کہ خزرچ کے رئیس عبداللہ بن ابی کعبہ کو اپنا بادشاہ بنا لیں تاکہ ان کا براہِ آپس کا تفرقہ بیٹھے اور ایک شخص کی ریاست پر وہ سب جمع ہو جائیں۔ ان حالات میں آخر کار وہ نعمت ان کے سامنے آگئی جس کے درحقیقت وہ طلبکار تھے (ابن ہشام، جلد ۲، صفحہ ۲۳۴)۔

اب ہم یہ بتائیں گے کہ اہل مدینہ کس طرح رفتہ رفتہ اسلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے روشناس ہوئے۔

دینے کے اولین شخص کی حضور سے ملاقات | ابن ہشام اور طبری نے ابن اسحاق سے عامر بن عمر بن قتادہ انصاری کی یہ روایت نقل کی ہے کہ مدینے کے سب سے پہلے شخص جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے وہ سوید بن صامت تھے۔ وہ لیاقت، بہادری، شعر و سخن اور شرف و نسب کی بنا پر اپنی قوم میں کامل کہلاتے تھے۔ (ابن سعد نے فتنہ نبوی کی بے کہ جو شخص اپنی قوم میں باعزت اور صاحب عقل و راستے ہوتا، لکھنا پڑھنا بھی جانتا، تیر اندازی اور تیراکی میں بھی ماہر ہوتا، اس کو جاہلیت کے زمانے میں "کامل" کہا جاتا تھا۔ طبقات، جلد سوم، صفحہ ۶۰۳)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی رشتہ داری بھی تھی۔ ان کی ماں لیلیٰ بنت عمر و حضور کے دادا کی والدہ سلمیٰ بنت عمرو کی سگی بہن تھیں۔ وہ حج یا عمرے کے لیے مکے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قاعدے کے مطابق ان سے ملے اور ان کے سامنے اپنی دعوت پیش کی۔ انہوں نے کہا شاید آپ کے پاس بھی وہی چیز ہے جو میرے پاس ہے۔ حضور نے پوچھا آپ کے پاس کیا چیز ہے۔ انہوں نے کہا مجلہ لقمان، یعنی حکمت لقمان۔ حضور نے فرمایا وہ مجھے سنائیے۔ انہوں نے اُسے پڑھ کر سنایا۔ آپ نے فرمایا "یہ اچھا کلام ہے، مگر میرے پاس جو چیز ہے وہ اس سے افضل ہے، وہ قرآن ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نازل کیا ہے، وہ ہدایت اور نور ہے۔" پھر حضور نے ان کو قرآن سنایا اور اسلام کی طرف دعوت دی۔ انہوں نے اس سے بعد نہ کیا اور کہا کہ فی الواقع یہ اچھا کلام ہے۔ اس کے بعد وہ مدینے واپس گئے اور کچھ مدت بعد خزرچ نے انہیں قتل کر دیا۔ یہ جنگ بُعات سے پہلے کا واقعہ ہے۔ ان کی قوم کا خیال تھا

لہ بلادری نے السابلا شراف میں لکھا ہے کہ سوید کے قتل ہی پر جنگ بُعات برپا ہوئی تھی۔

کہ وہ مسلمان ہو چکے تھے۔ بیہقی نے بھی اس فتنے کو محمد بن اسحاق سے مختصر نقل کیا ہے۔

مدینے کے ایک دوسرے وفد سے ملاقات | ابن ہشام اور طبری نے محمد بن اسحاق کی یہ روایت نقل کی ہے کہ جنگ بُعاث سے پہلے جبکہ اوس و خزرج کے درمیان عداوت کی آگ بھڑک اٹھنے کے لیے تیار تھی، اوس کی ایک شاخ بنی عبدالاشہل کا ایک وفد ابو الحیسر (یا ابو الحیسر) انس بن رافع کی قیادت میں مکے آیا تاکہ خزرج کے مقابلے میں قریش کو اپنا حلیف بنانے کی کوشش کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کی آمد کا علم ہوا تو آپ ان سے ملنے کے لیے تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا "کیا تم اس چیز سے بہتر چیز قبول کرنا پسند کرو گے جس کے لیے تم آئے ہو؟ انہوں نے کہا وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا "ہیں اللہ کی طرف سے اُس کے بندوں کی طرف بھیجا ہوا رسول ہوں۔ ان کو یہ دعوت دینے آیا ہوں کہ اُس کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں اور نہ اُس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائیں۔ میرے اوپر ایک کتاب نازل کی گئی ہے۔" پھر آپ نے اُن کو اسلام کی تعلیمات بتائیں اور قرآن سنایا۔ وفد میں ایک نوجوان ایاس بن معاذ بھی تھے۔ انہوں نے حضور کی باتیں سن کر کہا "لوگو، واللہ یہ چیز اُس سے بہتر ہے جس کے لیے تم آئے ہو۔" مگر ابو الحیسر نے بطنی کی مٹی اٹھا کر اُن کے منہ پر مار دی اور کہا "ہمیں ان باتوں سے معاف کرو، ہم کسی اور کام کے لیے آئے ہیں۔" ایاس چپ ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر تشریف لے گئے۔ ان لوگوں کے مدینہ واپس جانے کے بعد جنگ بُعاث پیش آگئی۔ اور اس پر کچھ زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ ایاس کا انتقال ہو گیا۔ اُن کی موت کے وقت جو لوگ موجود تھے اُن کا بیان ہے کہ آخر وقت تک وہ ان کی زبان سے اللہ کی تہلیل و تکبیر اور حمد و تسبیح سنتے رہے۔ اس لیے ان کو اس امر میں کوئی شک نہ تھا کہ ایاس اُس مجلس سے اسلام قبول کر کے آئے تھے اور انہوں نے اسلام ہی پر جان دی۔

ابن سعد نے واقدی کے حوالہ سے اس واقعہ کی جو تفصیلات بیان کی ہیں اُن میں چند باتیں ابن اسحاق کے بیان سے زائد ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی عبدالاشہل کا یہ وفد مکہ میں عتبہ بن زبیعہ کے پاس ٹھہرا تھا جس نے ان لوگوں کا بڑا اکرام و اعزاز کیا۔ مگر جب انہوں نے اس سے حلیفانہ معاہدے کی بات کی تو اُس نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ ہمارا علاقہ آپ کے علاقے سے بہت دُور ہے۔ آپ کی طرف سے مدد کی درخواست آئے تو ہمارے پیچھے پیچھے دشمن اپنا کام کر جائے گا، اور یہی حال ہمارے

معدے میں ہوگا۔ واقفی نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ جب ایاس بن معاذ نے اسلام قبول کر لینے کا مشورہ دیا تو ابوالحیجر نے ان پر ہلکی پھینکتے ہوئے کہا کہ ہم آئے تھے قریش کو اپنے دشمنوں کے خلاف حلیف بنانے کے لیے اور تم چاہتے ہو کہ ہم قریش کو بھی دشمن بنا کر واپس چلے جائیں۔ واقفی کی روایت میں یہ بھی اضافہ ہے کہ جن لوگوں نے مرتے وقت ایاس کو بیچ و تہلیل کرتے سنا تھا وہ محمد بن مسلمہ، سلمہ بن سلمہ اور ابوالہیثم بن الہیثم تھے۔

انصار کے اولین گروہ کا قبول اسلام اور پہلی بیعت عقبہ | اللہ بعد بعثت (۱۲ھ) کے زمانہ حج میں حضور اپنے قاعدے کے مطابق قبائل عرب سے ملاقات کے لیے مینہ کی طرف نکلے اور پھرتے پھرتے عقبہ کے قریب قبیلہ خزرج کے ایک گروہ کے پاس پہنچے۔ ابن ہشام اور طبری نے محمد بن اسحاق کے حوالہ سے لکھا ہے کہ آپ نے ان سے پوچھا ”کون لوگ ہیں؟“ انہوں نے کہا ”خزرج کے چند افراد ہیں۔“ فرمایا ”کیا آپ لوگ بیٹھیں گے کہ میں آپ سے کچھ باتیں کروں؟“ انہوں نے کہا ضرور۔ چنانچہ وہ حضور کے پاس بیٹھ گئے۔ آپ نے انہیں اللہ کی طرف دعوت دی، اسلام ان کے سامنے پیش کیا اور انہیں قرآن سنایا۔ ان لوگوں نے آپس میں کہا ”بھائیو، جان لو کہ یہ وہی جی ہیں جن کی آمد کے ڈراوے یہودی نہیں دیا کرتے تھے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تم پر سبقت لے جائیں۔“ چنانچہ پورے اطمینان کے ساتھ انہوں نے آپ کی دعوت قبول کر لی، آپ کی تصدیق کی اور اسلام جو آپ نے ان کے سامنے پیش فرمایا انہیں اس پر ایمان لے آئے۔ پھر انہوں نے عرض کیا کہ ”ہم نے اپنی قوم کو اس حالت میں چھوڑا ہے کہ کوئی قوم ایسی نہ ہوگی جس میں اس سے زیادہ باہمی عداوت پائی جاتی ہو۔ شاید کہ اللہ تعالیٰ آپ کی وجہ سے ان کو جمع کر دے۔ ہم ان کے پاس واپس جاتے ہیں اور آپ کی طرف انہیں دعوت دیتے ہیں اور وہ دین ان کے سامنے پیش کرتے ہیں جو ہم نے قبول کیا ہے۔ اگر اللہ نے ان کو آپ پر جمع کر دیا تو کوئی شخص آپ سے زیادہ طاقت ور نہ ہوگا۔“ بعض روایات میں اس بات کو یوں بیان کیا گیا ہے کہ بیعت کے بعد حضور نے ان لوگوں سے فرمایا ”کیا تم میری پشت پناہی کرو گے تاکہ میں اپنے رب کا پیغام پہنچاؤں؟“ انہوں نے عرض کیا ”یا رسول اللہ! اھی ہمارے

سے عقبہ گھاٹی کو کہتے ہیں۔ یہاں جس گھاٹی کا ذکر ہے وہ مینہ کے علاقے میں حج کے راستے پر واقع ہے۔

ہاں جنگ بعاث ہو چکی ہے۔ اس حالت میں اگر آپ تشریف لے گئے تو آپ پر لوگوں کا جمع ہونا مشکل ہوگا، فی الحال آپ ہمیں اپنے لوگوں کی طرف واپس جانے دیجیے۔ شاید کہ اللہ تعالیٰ ہمارے باہمی تعلقاً درست فرما دے اور ہم لوگوں کو اس چیز کی طرف دعوت دیں جس کی طرف آپ نے ہمیں دعوت دی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو آپ پر جمع کر دے۔ پھر آپ سے زیادہ طاقت ور کوئی نہ ہوگا۔ اب ہم آئندہ سال آپ سے حج میں ملیں گے۔

ابن اسحاق، شعبی اور زہری رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ یہ چچ آدمی تھے۔ اور ابن سعد نے واقعی کا قول بھی یہی نقل کیا ہے کہ ان کی تعداد چھ تھی۔ ان کی فہرست یہ ہے۔

بنی مالک بن النجار میں سے : (۱) ابوامامہ اسعد بن نزارہ (جاہلیت میں بھی توحید کے قائل اور بت پرستی کے مخالف تھے)۔

(۲) عوف بن الحارث بن رفاعہ (ان کی ماں کا نام عفرہ تھا)۔

بنی زریق میں سے : (۳) رافع بن مالک (جاہلیت کے زمانے میں یہ "کامل" کہلاتے تھے)۔

بنی سمدہ میں سے : (۴) قطیبہ بن عامر بن حدیدہ۔

بنی خرام بن کعب میں سے : (۵) عقبہ بن عامر بن نابی۔

بنی عبید بن عدی میں سے : (۶) جابر بن عبد اللہ بن رثاب۔

ابن عبد البر کہتے ہیں کہ سیرت کا علم رکھنے والے بعض لوگوں نے جابر بن رثاب کی جگہ حضرت عبادہ بن صامت کا نام لکھا ہے۔ موسیٰ بن عقبہ نے اس پہلی بیعت عقبہ کے شرکار کی تعداد آٹھ بیان کی ہے جن میں اسعد بن نزارہ اور رافع بن مالک کے ساتھ انہوں نے معاقر بن عفرہ، یزید بن ثعلبہ، ابوالہیثم بن الہیثم، اور عوفیم بن ساعدہ کے نام شامل کیے ہیں، پھر ایک کمزور بیان کی حیثیت سے لکھا ہے "کہا جاتا ہے کہ ان میں عبادہ بن صامت اور ذکوان بن عبد قیس بھی تھے"۔ لیکن اہل علم کی اکثریت نے محمد بن اسحاق کے بیان کو قبول کیا ہے، اور فتح الباری میں حافظ ابن حجر نے اسی کو دوسرے بیانات پر مقدم رکھا ہے۔

ابن سعد نے واقعی کے اس قول کے علاوہ، جس کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں، اہل مدینہ کے قبولِ اسلام

کے بارے میں تین قول اور نقل کیے ہیں۔ (۱) سب سے پہلے اسعد بن زرارہ اور ذکوان بن عبد قیس جاہلیت کی رسم کے مطابق قومی منافرت کا مقابلہ کرنے کے لیے عتبہ بن ربیعہ کے پاس گئے تھے، مگر قبل اس کے کہ عتبہ سے ملنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر سن کر آپ سے ملے اور مسلمان ہو گئے۔ پھر حضرت اسعد نے مدینے جا کر ابو الہیثم بن الہیثم سے اسلام کا ذکر کیا اور انہوں نے بھی اسے قبول کر لیا۔ اس کے بعد وہ ان چھ آدمیوں میں شامل ہوئے جو عقبہ کے مقام پر حضور سے ملے تھے۔ (۲) سب سے پہلے رافع بن مالک الزرقانی اور معاذ بن عمرو عمرے کے لیے ملے گئے تھے۔ وہ انہوں نے حضور کا ذکر سنا اور آپ سے ملاقات کر کے اسلام قبول کر لیا۔ (۳) منیٰ میں حضور سے مدینے کے چھ آدمیوں کی نہیں بلکہ آٹھ آدمیوں کی ملاقات ہوئی تھی۔ یہ آٹھ آدمی وہی ہیں جن کے نام ہم نے موسیٰ بن عقبہ کے حوالے سے اوپر درج کیے ہیں۔

مدینے سے دوسرے وفد کی حاضری اور دوسری بعیت عقبہ | ابن سعد اور ابن اسحاق کا بیان ہے کہ عقبہ کے مقام

پر اسلام قبول کرنے والے یہ اولین اصحاب جب مدینے واپس پہنچے تو انہوں نے وہاں اسلام کا پرچا شروع کیا یہاں تک کہ انصار کے محلوں میں سے کوئی محلہ ایسا باقی نہ رہا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہ ہونے لگا ہو۔ پھر دوسرے سال (یعنی ۳؎ بعد بعثت میں) حج کے موقع پر مدینے کے بارہ آدمی حضور سے اسی عقبہ کے مقام پر ملے جہاں گذشتہ سال خزرج کے لوگوں کی ملاقات ہوئی تھی۔ ان میں پانچ آدمی تو وہی تھے جو پچھلے سال مسلمان ہوئے تھے (جابر بن عبد اللہ بن رثابہ اس سال نہیں آئے تھے)۔ باقی سات آدمیوں میں سے ۵ خزرج کے اور ۲ اوس کے تھے۔ ان کے نام یہ ہیں۔

خزرج کے بنی النجار میں سے ۱ (۱) معاذ بن الحارث بن رفاعہ (عمراد کے صاحبزادے)۔

” کے بنی زریق میں سے ۲ (۲) ذکوان بن عبد قیس (ابن سعد اور ابن ہشام کا بیان ہے کہ یہ مدینے سے مکہ واپس آ کر حضور کے ساتھ ہی رہے اور آپ کے ساتھ ہجرت کی)۔

” بنی عوف بن الحزرج میں سے ۳ (۳) عبادہ بن صامت۔

(۴) یزید بن ثعلبہ۔

جھوٹا الزام نہ لگائیں گے، اور یہ کہ کسی امیر معروف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہ کریں گے، اور آپ کا حکم سنیں گے اور مابین گے خواہ ہم خوش حالی ہوں یا تنگ حالی اور خواہ وہ علم نہیں گوارا ہو یا گوارا اور خواہ ہم پر کسی کو ترجیح دی جائے، اور ہم حکومت کے معاملہ میں اہل حکومت سے نزاع نہ کریں گے (مسند احمد میں اضافہ ہے کہ "اگرچہ تم سمجھتے ہو کہ حکومت میں ہمارا حق ہے" اور بخاری میں یہ اضافہ ہے کہ "اللہ یہ کہ تم کھلا کھلا کفر دیجھو")، اور یہ کہ ہم جہاں اور جس حال میں بھی ہوں حق بات کہیں گے۔ اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نڈھریں گے۔ پس اگر تم نے اس عہد کو وفا کیا تو تمہارے لیے جنت ہے، اور اگر کسی نے ممنوع کاموں میں سے کسی کا ارتکاب کیا تو اس کا معاملہ اللہ کے حوالہ ہے، چاہے عذاب دے، چاہے معاف فرمادے (ایک روایت میں ہے کہ "اگر تم نے مان ممنوع کاموں میں سے کسی کا ارتکاب کیا اور پکڑے گئے اور دنیا میں تم کو سزا دے دی گئی تو وہ اس کا کفارہ ہوگی، اور اگر قیامت تک تمہارے فعل پر پردہ پڑا رہ گیا تو تمہارا معاملہ اللہ کے حوالہ ہے۔ چاہے سزا دے چاہے معاف کر دے)۔

اس حدیث کے مختلف اجزاء بخاری، کتاب الایمان، ابواب مناقب الانصار، کتاب الحدود، کتاب الفتن، کتاب الاحکام، اور مسلم، کتاب الحدود اور کتاب الامارۃ، اور مسند احمد مرویات عبّاہ بن صامت میں پائے جاتے ہیں۔

(باقی)